بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انٹر نیشنل

اکتوبر 2017ء

محرم / صفر ۱۴۳۸ھ

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت، کا ترجمان

حضرت محمد مصطفیٰ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پُرانا

حضرت مرزا غلام احمدؒ مُدعی نبُوت نہیں مجدد صدچاردہم تھے، جس کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی تھی۔

مدیران

شاہد عزیز

مسز سمیرا احمد

فہرست مضامین

۱: کلامِ امام۔ (فرمودات حضرت مسیح موعودؑ)	۲
۲: تراجمۃ القرآن از حضرت مولانا محمد علیؒ	۳
۳: حقوق العباد از یاسر عزیز	۵

ہر احمدی کا فرض ہے کہ، قرآن کے الفاظ میں وہ اسلام کی خاطر اپنی جان اور مال کی قربانی دے۔ مال کی قربانی میں وقت کی قربانی بھی شامل ہے۔ ہر روز سونے سے پہلے اپنے آپ سے یہ سوال پوچھیں کہ آج میں نے جماعت کی کیا خدمت کی۔ جب اپنے لئے کوئی نئی چیز خریدیں تو اپنے آپ سے پوچھیں کیا میں نے دین کو دُنیا پر ترجیع دی یا نہیں۔

عالمگیر (ذیلی مرکز)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

پتہ برائے خط وکتابت

15 Stanley Ave, Wembley, UK HA0 4JQ

www.virtualmosque.co.uk

ای میل۔ info@aaiil.uk :

نشریات

وقت بمطابق برطانوی ٹائم

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

اعلان جلد ہی جماعت کی ریڈیو نشریات پر ئمیر اسلامک ریڈیو سے نشر کی جائیں گی۔

www.virtualmosque.co.uk پر دیگر نشریات

پروگرام واوقات

جمعہ - انگریزی 13:00

درس - بعد از جمعہ انگریزی 13:30

ماہانہ اجلاس - انگریزی - ہر ماہ پہلی اتوار 15:00

عیدین - انگریزی 11:00

پنجاب ریڈیو

عیدین - پنجابی 13:00 سکائی چینل نمبر 130

سکائپ

تقاریر اور تبادلہ خیالات - ہر اتوار 09:00

سکائپ آئی ڈی

Lahori-Ahmadi

کلام امام

از حضرت مرزا غلام احمدؒ

قرآن شریف نے جس قدر والدین اور اولاد اور دیگر اقارب اور مساکین کے حقوق بیان کئے ہیں۔ میں نہیں خیال کرتا کہ وہ حقوق کسی اور کتاب میں لکھے گئے ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واعبدوا اللہ ولاتشرکوا بہ شیئاً وبالوالدین احسانا وبذی القربی والیتامی والمساکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالاً فخوراً (الجزو ۵، سورۃ النساء: ۳۷) (ترجمہ) تم خدا کی پرستش کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی کو مت شریک ٹھہراؤ اور اپنے ماں باپ سے احسان کرو اور ان سے بھی احسان کرو جو تمہارے قرابتی ہیں (اس فقرہ میں اولاد اور بھائی اور قریب اور دور کے تمام رشتہ دار آگئے) اور پھر فرمایا کہ یتیموں کے ساتھ بھی احسان کرو اور مسکینوں کے ساتھ بھی اور جو ایسے ہمسایہ ہوں جو قرابت والے بھی ہوں اور ایسے ہمسایہ ہوں جو محض اجنبی ہوں اور ایسے رفیق بھی جو کسی کام میں شریک ہوں یا کسی سفر میں شریک ہوں یا نماز میں شریک ہوں یا علم دین حاصل کرنے میں شریک ہوں اور وہ لوگ جو مسافر ہیں اور وہ تمام جاندار جو تمہارے قبضہ میں ہیں سب کے ساتھ احسان کرو۔ خدا ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا جو تکبر کرنے والا اور شیخی مارنے والا ہو جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا۔ مگر افسوس کہ ایک آریہ بجز عوض معاوضہ کے کسی پر رحم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ صفت اس کے پرمیشر میں بھی موجود نہیں کیونکہ وہ بھی صرف اعمال کی جزا دے سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں اور اسی وجہ سے مکتی محدود ہے نہ دائمی۔

اور پھر والدین کے حقوق کی بجا آوری کے لئے قرآن شریف میں ایک جگہ حکم فرمایا ہے اور وہ یہ ہے وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدہما او کلاہما فلا تقل لہما اف ولا تنہرہما وقل لہما قولاً کریماً واخفض لہما جناح الذل من الرحمہ وقل رب ارحمہما کما ربیانی صغیرا (الجزو ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل: ۲۴۔۲۵) (ترجمہ) تیرے رب نے یہ حکم کیا ہے کہ تم فقط میری ہی پرستش کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں پس تو ان کی نسبت کوئی بیزاری کا لفظ منہ پر مت لا اور ان کو مت جھڑک اور سخت لفظ مت بول اور جب تو ان سے بات کرے تو تعظیم اور ادب سے کر اور مہربانی کی راہ سے ان دونوں کے آگے اپنے سر جھکا دے اور دعا کرتا رہ کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ انہوں نے بچپن کے زمانہ میں رحم کر کے میری پرورش کی۔ اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقاً علی المتقین۔ فمن بدلہ بعد ماسمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ ان اللہ سمیع علیم فمن خاف من موص جنفاً او اثماً فاصلح بینہم فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم (الجزو ۲، سورۃ البقرہ: ۱۸۱ تا ۱۸۳) ترجمہ۔ تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جس وقت تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاوے تو اگر اس نے کچھ مال چھوڑا ہے تو چاہئے کہ ماں باپ کے اس مال میں سے کچھ وصیت کرے ایسا ہی خویشوں کے لئے بھی معروف طور پر جو شرع اور عقل کے رو سے پسندیدہ ہے اور مستحسن سمجھا جاتا ہے وصیت کرنی چاہئے یہ خدا نے پرہیز گاروں کے ذمہ ایک حق ٹھہرا دیا جس کو بہر حال ادا کرنا چاہئے یعنی خدا نے سب حقوق پر وصیت کو مقدم رکھا ہے اور سب سے پہلے مرنے والے کے لئے یہی حکم دیا ہے کہ وہ وصیت لکھے۔ اور پھر فرمایا کہ جو شخص سننے کے بعد وصیت کو بدل ڈالے تو یہ گناہ ان لوگوں پر ہے جو جرم تبدیل وصیت کے عمداً مرتکب ہوں۔ تحقیق اللہ سنتا اور جانتا ہے یعنی ایسے مشورے اس پر مخفی نہیں رہ سکتے اور یہ نہیں کہ اس کا علم ان باتوں کے جاننے سے قاصر ہے اور پھر فرمایا کہ جس شخص کو یہ خوف دامنگیر ہوا کہ وصیت کرنے والے نے کچھ کجی اختیار کی ہے یعنی بغیر سوچنے سمجھنے کے کچھ غلطی کر بیٹھا ہے یا کسی گناہ کا مرتکب ہوا ہے یعنی عمداً کوئی ظلم کیا ہے اور اس نے اس بات پر اطلاع پا کر جن کے لئے وصیت کی گئی ہے اس میں کچھ مناسب اصلاح کر دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں تحقیق اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اور پھر حقوق اولاد کے بارہ میں ایک جگہ فرمایا۔ والوالدات یرضعن اولادہن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ وعلی المولودلہ رزقہن وکسوتہن بالمعروف (الجزو ۲، سورۃ البقرہ: ۲۳۴) (ترجمہ) یعنی ماؤں کو چاہئے کہ اپنے بچوں کو دو برس کامل تک دودھ پلاویں اگر وہ مدت رضاعت کو پورا کرنا چاہتی ہیں۔ اور ان کی خوراک پوشاک اس مرد کے ذمہ ہے جس کے وہ بچے ہیں۔

اور پھر ایک دوسرے مقام میں فرماتا ہے للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون۔ وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منہ اوکثر نصیباً مفروضا واذا حضر القسمۃ اولوا القربی والیتامیٰ والمساکین فارزقوہم منہ۔ وقولوا لہم قولاً معروفاً۔ ولیخش الذین لو ترکوا من خلفہم ذریۃ ضعافاً خافوا علیہم فلیتقوا اللہ ولیقولوا قولاب سدیداً ان الذین یاکلون اموال الیتمی ظلما انما یاکلون فی بطونہم ناراً وسیصلون سعیراًO یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فان کن نساء فوق اثنتین فلہن ثلثا ماترک وان کانت واحدۃ فلہا النصف ولا بویہ لکل واحد منہما السدس مما ترک ان کان لہ ولد فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابوہ فلامہ الثلث فانکان لہ اخوۃ فلامہ السدس من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین اٰباؤکم وابناؤکم لاتدرون ایہم اقرب لکم نفعاً فریضۃ من اللہ ان اللہ کان علیما حکیماًO ولکم نصف ماترک ازواجکم ان لم یکن لہم ولد فان کان لہن ولد فلکم الربع مما ترکن من بعد وصیۃ یوصین بہا اودین ولہن الربع مماترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلہن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بہا اودین وان کان رجل یورث کللۃ اومرأۃ ولہ اخ او اخت فلکل واحد منہما السدس فان کانوا اکثر من ذالک فہم شرکاء فی الثلث من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین غیر مضار وصیۃ

من اللہ واللہ علیم حلیم (الجزو۴، سورۃ النساء:۸ تا ۱۳) ترجمہ۔ مردوں کے لئے اس جائیداد میں سے ایک حصہ ہے جو ماں باپ اور قرابتی چھوڑ گئے ہیں۔ ایسا ہی عورتوں کے لئے اس جائیدا میں سے ایک حصہ ہے جو ماں باپ اور قرابتی چھوڑ گئے ہوں اس میں سے کسی کا حصہ تھوڑا ہو یا بہت ہو بہر حال ہر ایک کے لئے ایک حصہ مقرر کیا گیا ہے۔ اور جب ترکہ کے تقسیم کے وقت ایسے قرابتی لوگ حاضر آویں جن کو حصہ نہیں پہنچتا۔ ایسا ہی اگر یتیم اور مسکین بھی تقسیم کے موقع پر آجاویں تو کچھ کچھ اس مال میں سے ان کو دے دو اور ان سے معقول طور پر پیش آؤ یعنی نرمی اور خلق کے ساتھ پیش آؤ اور سخت جواب نہ دو۔ اور وارثان حقدار کو ڈرنا چاہئے کہ اگر وہ خود چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ مرتے تو ان کے حال پر ان کو کیسا کچھ ترس نہ آتا اور کیسی وہ ان کی کمزوری کی حالت کو دیکھ کر خوف سے بھر جاتے پس چاہئے کہ وہ کمزور بچوں کے ساتھ سختی کرنے میں اللہ سے ڈریں اور ان کے ساتھ سیدھی طرح بات کریں یعنی کسی قسم کے ظلم اور حق تلفی کا ارادہ نہ کریں۔ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق خورد برد کرتے ہیں وہ مال نہیں کھاتے بلکہ آگ کھاتے ہیں۔ تمہاری اولاد کے حصوں کے بارے میں خدا کی یہ وصیت ہے کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ دیا کرو۔ پھر اگر لڑکیاں دو یا دو سے بڑھ کر ہوں تو جو کچھ مرنے والے نے چھوڑا ہے اس مال میں سے ان کا حصہ تہائی ہے اور اگر لڑکی اکیلی ہو تو وہ مال متروکہ میں سے نصف کی مستحق ہے اور میت کے ماں باپ کو یعنی دونوں میں سے ہر ایک کو اس مال میں سے جو میت نے چھوڑا ہے چھٹا حصہ ہے اور یہ اس حالت میں کہ مرنے والا کچھ اولاد چھوڑ گیا ہو۔ اور اگر مرنے والا لاولد مرا ہو اور اس کے وارث صرف ماں باپ ہوں تو ماں کا حصہ صرف ایک تہائی ہے۔ باقی سب باپ کا۔ اگر ماں باپ کے علاوہ میت کے ایک سے زیادہ بھائی یا بہنیں ہوں تو اس صورت میں ماں کا چھٹا حصہ ہوگا۔ لیکن یہ حصہ وصیت یا قرض کے ادا کرنے کے بعد دینا ہوگا۔ تمہارے باپ ہوں یا بیٹے تمہیں معلوم نہیں کہ ان میں سے باعتبار نفع رسانی کے کونسا تم سے زیادہ قریب ہے پس جو حصے خدا نے قرار دے دئے ہیں ان پر کاربند ہو جاؤ۔ کیونکہ یہ وہ صرف خدا ہی ہے جس کا علم غلطی اور خطا سے پاک ہے اور جو حکمت سے کام کرتا اور ہر ایک مصلحت سے واقف ہے اور جو ترکہ تمہاری بیبیاں چھوڑ مریں پس اگر وہ لاولد مر جاویں تو ان کے ترکے میں سے تمہارا آدھا حصہ ہے اور اگر تمہاری بیبیوں کی اولاد ہے تو اس حالت میں ان کے ترکہ میں سے تمہارا حصہ چوتھائی ہے مگر وصیت یا قرض کے ادا کرنے کے بعد۔ اور اگر تم مر جاؤ اور تمہاری کچھ اولاد نہ ہو تو تمہاری بیبیوں کا حصہ تمہارے مال میں سے چوتھائی ہے اور اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کا حصہ تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں ہے مگر اس امر کے بعد کہ پہلے ان کی وصیت کی تعمیل کی جائے یا جو کچھ ان کے سر پر قرضہ ہے وہ ادا کیا جائے۔

اور اگر کسی مرد یا عورت کی میراث ہو اور وہ ایسا ہو کہ اس کا نہ باپ ہو نہ بیٹا اور اس کی بھائی یا بہن ہو تو ان بھائی یا بہنوں میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے اور اگر وہ ایک سے زیادہ ہوں تو اس صورت میں ایک تہائی میں سب شریک ہوں گے مگر ضروری ہوگا کہ پہلے وصیت کی تعمیل کی جائے یا اگر مرنے والے کے ذمہ قرض ہو تو وہ ادا کیا جائے لیکن اس وصیت اور اس قرض میں ایک شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ اس وصیت یا اس قرضہ کے ذریعہ سے مرنے والے نے کسی کو نقصان پہنچانا نہ چاہا ہو۔ اس طرح پر کہ ایک ثلث سے زیادہ کی وصیت کر دی ہو یا ایک فرضی قرضہ ظاہر کیا ہو۔ یہ خدا کا حکم ہے وہ خدا جس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں اور وہ علیم ہے اس لئے وہ باوجود علم کے نافرمان کو جلدی سزا نہیں دیتا یعنی وہ سزا دین میں دھیما ہے۔ پس اگر کسی ظلم اور خیانت کے وقت کوئی شخص اپنے کیفر کردار کو نہ پہنچے تو اس کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ خدا کو اس کی اس مجرمانہ حرکت کی خبر نہیں بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ بباعث خدا کے حکم کے یہ تاخیر واقع ہوئی ہے اور آخر شریر آدمی کو وہ سزا دیتا ہے جس کے وہ لائق ہوتا ہے۔

اب ان تمام آیات سے صاف ظاہر ہے کہ کیسے خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں والدین کے حق کو تاکید کے ساتھ ظاہر فرمایا ہے اور ایسا ہی اولاد کے حقوق بلکہ تمام اقارب کے حقوق ذکر فرمائے ہیں اور مساکین اور یتیموں کو بھی فراموش نہیں کیا بلکہ ان حیوانات کا حق بھی انسانی مال میں ٹھہرایا ہے جو کسی انسان کے قبضہ میں ہوں۔ اس کے مقابل پر وید نے اہل حقوق کی بہت حق تلفی کی ہے یہاں تک کہ ایک ناجائز ولادت کا بچہ جو بذریعہ نیوگ پیدا کیا جاتا ہے وہ بھی وید کے رو سے کسی شخص کا ایسا ہی وارث ٹھہرتا ہے جیسا کہ اس کا صلبی بچہ۔ یہ کس قدر بے انصافی ہے اور پھر کسی کی موت کے بعد اس کے بعض وارثوں کی وید کے حکم سے حق تلفی کی جاتی ہے اور ان کو صاف جواب دیا جاتا ہے مگر قرآن شریف کی رو سے حصہ کشی کے وقت ایک ہی مجلس میں سب کے حقوق دئے جاتے ہیں کوئی محروم نہیں رکھا جاتا۔

پھر مضمون پڑھنے والے نے الہامی کتاب کی یہ نشانی پیش کی کہ اس میں ترمیم تنسیخ نہ ہو اور نہ ہونے کی ضرورت ہو۔ اب ہم اس کے جواب میں کیا کہیں اور کیا لکھیں یہ شخص ناحق وید کی پردہ دری کراتا جاتا ہے۔ ابھی تک اس کو یہ بھی خبر نہیں کہ انسانی فطرت معرض تبدل اور تغیر میں پڑی ہوئی ہے پس خدا کی طرف سے وہی کتاب ٹھہر سکتی ہے جو ان تغیرات کا لحاظ رکھے۔ جو شخص طبیب کہلا کر ایک شیر خوار بچہ کو اسی قدر اور اسی درجہ کی دوا دیتا ہے جو ایک جوان کو دین کے لائق ہے وہ ایک نادان آدمی ہے طبیب نہیں ہے اور جیسا کہ ایک طبیب کو موسموں کے لحاظ سے ایک دوا کی کمی بیشی کرنی پڑتی ہے یا ایک دوا ترک کر کے دوسری دوا اختیار کرنی پڑتی ہے۔ یہی قاعدہ طب روحانی میں ہے یعنی خدا کی شریعت میں ایک مریض جب علاج کرانے کے لئے طبیب کے پاس حاضر ہوتا ہے تو اگر وہ حاذق طبیب ہے تو مرض کے تمام درجوں پر ایک ہی دوا نہیں دیتا۔ بلکہ ابتدائی حالت میں کچھ تجویز کرتا ہے اور جب مرض ابتدا سے ترقی کر کے تزائد کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے یعنی زیادہ ہونا شروع کرتی ہے تو اسی درجہ کے مناسب حال نسخہ کو بدل دیتا ہے اور جب مرض تزائد سے انتہا کے درجہ پر پہنچتی ہے یعنی اس کا زور و شور کمال تک پہنچ جاتا ہے تب طبیب حاذق اسی شدت مرض کے مطابق نسخہ تجویز کرتا ہے اور پھر جب مرض کے انحطاط کا وقت آتا ہے یعنی مرض گھٹنی شروع ہوتی ہے تو طبیب بھی اپنے نسخہ کو نرم کر لیتا ہے اور جب

کسی مرض میں بغیر اپریشن یعنی جراحی کے چارہ نہیں ہوتا اور اندیشہ موت ہوتا ہے تو طبیب کا یہ فرض ہوتا ہے کہ فوراً اپریشن پر کمربستہ ہو اور اس بات کالحاظ نہ رکھے کہ بیمار کو کچھ تکلیف ہوگی۔ بعض اوقات طبیب کو جان بچانے کے لئے مریض کا پیٹ چیرنا پڑتا ہے یا سر یا جبڑہ کی کوئی ہڈی نکالنی پڑتی ہے تو ان تمام تجاویز میں طبیب کو ظالم نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ ان تدابیر میں ہلاک کرنا نہیں چاہتا بلکہ جان کو بچانا چاہتا ہے۔(چشمہ معرفت)

یکم ذی الحجہ 1363ھ یعنی 17 نومبر 1944ء

تراجم قرآن کریم

خطبہ حضرت مولانا محمد علیؒ

اللہ تعالیٰ نے حضرت امام وقت کے قلب پر روحانی جنگ کا انکشاف فرمایا
قرآن مجید کے تراجم اور تفاسیر کروانے سے حضرت صاحب کا حقیقی منشاء

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا۔ لِّیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ یُتِمَّ نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکَ وَ یَہۡدِیَکَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا۔ وَّ یَنۡصُرَکَ اللّٰہُ نَصۡرًا عَزِیۡزًا۔ (48:1-3) ترجمہ: "ہم نے تیرے لئے ایک کھلی فتح (کی راہ) کھول دی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اُن قصوروں سے تیری حفاظت کرے جو تیرے ذمّے پہلے لگائے گئے اور جو پیچھے لگائے جائیں گے اور اپنی نعمت کو تجھ پر تمام کرے اور تجھے سیدھے رستے پر چلائے۔ اور اللہ تعالیٰ تجھے زبردست نصرت سے مدد دے۔"

اور پھر آپؒ نے فرمایا کہ میں نے یہ ذکر کیا تھا کہ فتح مبین کا لفظ لانا جس کا یہاں وعدہ کیا گیا ہے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسلمانوں کو اس فتح کے حاصل کرنے کے لئے ایک جنگ کرنی ہوگی۔ ہر ایک جنگ ایسے ہتھیاروں سے ہو سکتی ہے جو اس کے لئے موزوں ہوں۔ جسمانی جنگیں کسی زمانے میں نیزہ، تلوار اور تیر سے ہوتی تھیں۔ اب اس زمانہ میں وہ چیزیں بے کار ہیں۔ اور ان کی بجائے اور قسم کے ہتھیار نکل آئے ہیں۔ شائد ترقی کرتے کرتے ایسا زمانہ آجائے کہ یہ چیزیں بھی آئندہ زمانہ کے ہتھیاروں کے سامنے بے کار ہوں۔ مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہر جنگ کے لئے اس کے موزوں حال ہتھیار ہونے چاہئیں۔

امام وقت اور روحانی جنگ کا احساس: خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کے امام حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر یہ انکشاف فرمایا کہ وہ روحانی جنگ، جو آخری زمانہ کے لئے مقدر تھی، اس کا وقت آگیا ہے۔ مگر یہ احساس آپ کے قلب مبارک تک ہی محدود نہیں رہا۔ یہ اتنا زبردست احساس تھا کہ آپ نے اپنے پاس بیٹھنے والوں کے دلوں میں بھی یہ احساس پیدا کر دیا۔ اور اس جنگ کی اہمیت کا نقش ایسا گہرا ان کے دلوں پر کیا کہ آج خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ اس بات میں کامیاب ہیں اور اس قابل بھی ہیں کہ اس اثر کو اپنے پیچھے آنے والوں کے دلوں پر بھی چھوڑیں۔ جس خدا نے حضرت مرزا صاحب کے قلب پر یہ انکشاف فرمایا، اس نے یہ بھی انکشاف فرمایا کہ اس جنگ میں تمہارا ہتھیار کیا ہوگا؟

> قرآن مجید کا وہی ترجمہ دنیا کے لئے ہدایت کا باعث بن سکتا ہے، جس کے کرنے والے کو خدا سے تعلق ہو۔

یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام کا خیال: یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام کا اور ان قوموں کو اسلام کے جوئے کے نیچے لانے کا خیال سب سے پہلے حضرت مسیح موعود کے دل میں 1891ء میں مسیح موعود کا دعویٰ کرنے کے بعد پیدا ہوا۔ اس سے پیشتر بھی آپ میدان مذہب کے عظیم الشان پہلوان تھے۔ اسلام کے جس قسم کے مخالف اس ملک میں پیدا ہوئے آپ نے ان سب کا مقابلہ کیا۔ عیسائیت کا سب سے پہلے اور ہندو مذہب اور اس کی شاخیں یعنی برہمو سماج کا اور آریہ سماج کا اس کے بعد۔ جب آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ یورپ اور امریکہ، جو اس وقت مختلف پیرایوں میں اسلام پر حملہ آور ہو رہے ہیں، اور اسلام کو نابود کرنا چاہتے ہیں، اب وقت آگیا ہے کہ ان کے اندر تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھی جائے۔ اور ان قوموں کو اسلام کی غلامی میں داخل کیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے تبلیغ کا راستہ بھی بتایا۔ اور یہ بھی بتایا کہ کس ہتھیار سے یورپ اور امریکہ کو فتح کیا جا سکتا ہے؟

حضرت مسیح موعود کا منشاء: آپ نے کھلے الفاظ میں فرمایا کہ ان لوگوں میں قرآن شریف کا ترجمہ اور تفسیر کرکے بھیجی جائے۔ اس میں آپ نے مقدم انگریزی زبان کو کیا۔ اس لئے کہ انگریزی امریکہ اور یورپ میں بھی بولی اور سمجھی جاتی تھی۔ اور اس کے علاوہ دنیا کے بڑے حصہ پر انگریزی زبان چھا گئی تھی۔ مگر آپ کا منشاء یہ صاف نظر آتا ہے کہ کل یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھی جائے۔ اور اس کا ذریعہ آپ نے قرآن کریم کو ہی بتایا ہے۔ گویا قرآن شریف اس فتح کی چابی تھی جس کا وعدہ اس آیت میں ہے۔ اور جس کا نقش آپ کے دل میں تھا کہ بالآخر اسلام ساری دنیا پر غالب آئے گا۔

مسیح موعود نے ہمیں زبردست حربہ دیا: قرآن شریف کی اہمیت پر آپ نے بہت زور دیا ہے۔ اور قرآن کریم کے متعلق جس قدر زبردست دعاوی آپ کے ہیں ان کی بنیاد خود قرآن مجید پر ہے۔ آپ نے یہی بات ایک عیسائی کے سامنے میدان مناظرہ میں پیش کی۔ کہ قرآن شریف دعویٰ بھی خود کرتا ہے اور اس دعویٰ کی دلیل بھی خود دیتا ہے۔ اور یہ مطالبہ کیا کہ اگر تمہاری کتاب قرآن کریم کی طرح ایک مکمل کتاب ہے تو تم بھی اپنے دعاوی اور دلائل کو اسی کتاب سے پیش کرو۔ یہ بات، کہ قرآن کریم ہر صداقت کے لئے اور ہر باطل کے ابطال کے لئے دعویٰ بھی کرتا ہے اور دلیل بھی دیتا ہے، ایک زبردست حربہ تھا، جو آپ نے اپنے ساتھیوں کے ہاتھ میں دیا۔ اور اس حربہ کو استعمال کرکے ہمیں وہ کامیابی حاصل ہوئی جس کی طرف مسلمانوں کا خیال بھی نہیں جا سکتا تھا۔ یعنی یورپ اور امریکہ میں اسلام کو پیش کرکے ہماری جماعت نے وہ کامیابی حاصل کی کہ جس کا صحیح اندازہ آج

نہیں مگر کل تاریخ نویس ضرور کریں گے۔ اس گُر پر عمل کر کے، جو امام وقت نے اس کے ہاتھ میں دیا، اس جماعت کو بہت کامیابی حاصل ہوئی۔

ایک عجیب بات: قرآن مجید کے تراجم مغربی زبانوں میں موجود تھے۔ وہ کونسی یورپ کی زبان ہوگی جس میں قرآن کریم کا ترجمہ نہ ہو؟ انگریزی زبان میں تین چار ترجمے موجود تھے۔ جو عیسائیوں نے کئے ہوئے تھے۔ لیکن یہ ایک عجیب بات نظر آتی ہے کہ جہاں حضرت صاحب نے یہ بنیاد رکھی، وہاں یہ بھی فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ انگریزی میں ایک تفسیر کر کے ان لوگوں میں بھیجی جائے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ یہ میرا کام ہے۔ مجھ سے ہو گا یا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔

اس ارشاد سے حضرت صاحب کا اصل منشاء: اب بظاہر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ترجمے تو موجود تھے۔ کیا منشاء تھا حضرت صاحب کا اس سے کہ یہ کام میرا ہے مجھ سے ہو گا یا اس سے جو میری شاخ ہے۔ اور مجھ میں ہی داخل ہے! کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ کوئی اور شخص ترجمہ کر نہیں سکے گا؟ یہ مطلب ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ ترجمے تو موجود تھے۔ سمجھنے کے قابل یہ بات ہے کہ حضرت صاحب جو غرض اپنی بیان کرتے ہیں وہ ہے اسلام کو دنیا میں غالب کرنا اور اس کا پھیلانا۔ آپ کی اصل غرض قرآن کے ذریعہ سے دنیا کو فتح کرنے کی تھی۔ اور یہ غرض تبھی پوری ہو سکتی تھی کہ یہ کام آپ خود کریں یا آپ کے پیرو کریں۔ لیکن اس میں بھی غور طلب بات ہے کہ کیا اتنی بات تھی کہ عیسائیوں کے ترجموں میں بعض غلطیاں تھیں یا اتنی بات تھی کہ انہوں نے کسی جگہ قرآن کا مفہوم اس کے مضمون کے خلاف بیان کیا تھا۔ تاکہ وہ اسلام پر حملہ کر سکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بھی گہری بات تھی جس کی طرف حضرت صاحب نے اشارہ فرمایا ہے۔ اور وہ یہ تھی کہ ہر تصنیف اور اس کے مصنف میں گہرا تعلق ہوتا ہے۔ جس قسم کا مصنف ہو گا اس کے دل کا اثر اس کی تصنیف پر ہوتا ہے۔ تو حضرت صاحب کا منشاء یہ نظر آتا ہے کہ لوگوں نے ترجمے ضرور کئے ہیں، لیکن قرآن مجید کا وہی ترجمہ دنیا کے لئے ہدایت کا باعث بن سکتا ہے، جس کے کرنے والے کو خدا سے تعلق ہو۔ اس کی بنیاد اس پر ہے لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (79:56) قرآن مجید کا ترجمہ کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا تعلق خدا تعالیٰ سے ہو۔ اس لئے حضرت صاحب نے یہ فرمایا کہ یہ میرا کام ہے۔ مجھ سے ہو گا یا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔ یعنی یہ ایک روحانی انسان کا کام ہے یہ کسی دنیادار کا کام نہیں۔ خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو!

تصنیف پر مصنف کے قلب کا اثر: قرآن مجید کو ایسے رنگ میں پہنچانا کہ وہ دنیا کے لئے ہدایت کا موجب بنے اور لوگوں پر اس کا اثر پڑے، یہ کام انہی سے ہو سکتا ہے جن کا خدا تعالیٰ سے تعلق ہو۔ جن کے اندر روحانیت ہو۔ ایک مضمون کو اگر دو آدمی لکھیں۔ ایک وہ شخص جس کی روحانیت کی آنکھیں ابھی نہیں کھلیں۔ اور ایک وہ شخص جس کا تعلق خدا تعالیٰ سے ہے اور روحانی انوار اس کے قلب پر نازل ہو چکے ہیں دونوں میں نمایاں فرق ہو گا۔ اور اس شخص کا مضمون دنیا پر اثر ڈالے گا اور دنیا کے لئے ہدایت کا موجب بنے گا جس کے اندر روحانیت موجود ہے اور جس کا خدا کے ساتھ تعلق موجود ہے۔

ایک احمدی کی امتیازی خصوصیات: یہ دو باتیں ایک احمدی کو دوسرے مترجموں سے ممیز کرتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا ایمان ہے کہ قرآن کریم میں ہر صداقت کے لئے دعاوی بھی موجود ہیں اور ان کے دلائل بھی۔ اور دوسرے یہ کہ اس کا قلب انوار روحانی سے منور ہے۔

بعض لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے: ان لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے، جو یہ سمجھتے ہیں کہ عربی کا علم ہو، کچھ دوسری زبان جانتا ہو، وہ ترجمہ کر سکتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے۔ اگر یہ معمولی کتاب ہو تو بیشک ایک اچھا انگریزی دان اور عربی دان ایک نہایت اچھا ترجمہ کر سکتا ہے۔ لیکن قرآن مجید کا ترجمہ کرنے کا اہل وہی شخص ہے، جس کا خدا کے ساتھ تعلق ہو۔ جس کی روحانی آنکھیں کھل چکی ہوں۔ اور جس کے دل میں اسلام کے لئے درد اور تڑپ ہو۔ اس لئے حضرت صاحب نے فرمایا کہ یہ میرا کام ہے اور مجھ سے ہو گا یا اس سے جو میری شاخ ہے۔ اور مجھ میں داخل ہے۔ دوسرے سے ہرگز ایسا نہ ہو سکے گا۔

قرآن مجید کے تراجم کے لئے زبردست ایمان کی ضرورت ہے: میں اتنی بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے حضرت صاحب کی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر قرآن کو دنیا میں پہنچانے اور قرآن کے ذریعہ سے اسلام کو غالب کرنے کے کام کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ لیکن یاد رکھئے جب تک ہماری روحانی آنکھیں نہیں کھلتیں، جب تک ہمارا خدا تعالیٰ پر ایسا ایمان پیدا نہیں ہوتا، جیسا کہ صحابہؓ کے اندر تھا، اس وقت تک ہم قرآن مجید کے تراجم کو دنیا کے لئے ہدایت کا سرچشمہ نہیں بنا سکتے۔ بیشک قرآن مجید خدا کا کلام ہے۔ لیکن اس کلام کا پہنچانے والا جب وہ شخص ہو گا جس کی روحانی آنکھیں کھل چکی ہوں تو اس کا اثر اور ہو گا۔ وہی دنیا کی آنکھیں کھول سکے گا۔ اب جب آپ نے قرآن مجید کے تراجم کا کام شروع کیا ہے، اس کا یہ منشاء نہیں ہے کہ کچھ روپیہ جمع کر لیں، اور یورپ کے اندر انہی لوگوں سے ترجمے کرا لیں۔ آج ایسے زبان دان مل سکتے ہیں جو عربی جانتے ہوں اور کچھ دوسری زبانیں بھی جانتے ہوں۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی کو پیسے دے کر یہ کام کرا لیں۔ لیکن میں آپ پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ حضرت صاحب کا ہرگز یہ منشاء نہیں تھا۔ حضرت صاحب کا یہ منشاء ہے کہ آپ لوگ خود قرآن مجید کے تراجم کریں۔ جن کی روحانی آنکھیں کھل چکی ہوں۔

حضرت صاحب چاہتے تو کسی انگریز سے ترجمہ کروا سکتے تھے: اگر یہ روپیہ جمع کر کے کسی انگریز سے ترجمہ کرا لینے کا کام ہوتا، تو سب سے پہلے حضرت صاحب خود یہ کام کرا لیتے۔ آپ کے دل میں تڑپ بھی موجود تھی۔ اور بڑی زبردست تڑپ تھی کہ قرآن کریم کو دنیا میں پہنچائیں۔ آپ روپیہ بھی جمع کر سکتے تھے۔ کسی انگریز یا انگریزی دان سے یہ کام بھی کرا سکتے تھے۔ مگر حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ میرا کام ہے مجھ سے ہو گا یا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔ غیر زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کرنا یہ حضرت مسیح موعود کا ارشاد ہے۔ لیکن یہ کام انہی لوگوں سے ہو گا، اور انہی لوگوں کا کام دنیا میں اثر پیدا کرے گا اور دنیا کے لئے ہدایت کا موجب بنے گا، جن کا خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا ہو چکا ہو۔

ترجمہ کے لئے روحانیت کی ضرورت: اب وہ لوگ جو احمدی کہلاتے ہیں وہ خود سوچ لیں کہ اس غرض کے لئے انہیں کہاں کہاں پہنچنا ہے؟ میں تو مدت سے کہہ رہا ہوں کہ ہمارے نوجوان دوسری زبانیں سیکھیں۔ تاکہ ان زبانوں میں قرآن مجید کو پہنچانے کے اہل بنیں۔ میں ہر ایک احمدی نوجوان کو کہتا ہوں جس کے دل میں یہ اُمنگ پیدا ہوتی ہے کہ وہ قرآن اور اسلام کی خدمت کرے۔ اس کے لئے دوسری زبانوں سے واقفیت بھی ضروری ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ سے تعلق اور روحانیت کا ہونا اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ زبان اگر بہت اچھی نہ آتی ہو تو حرج نہیں، لیکن اگر دل خدا پر ایمان سے بھرپور نہیں تو وہ ترجمہ دنیا کے لئے مفید نہ ہو گا۔ دوسروں پر اثر تب ہی ہو گا جب ترجمہ کرنے والے کے دل میں صحیح تڑپ ہو۔

دوسروں سے ترجمہ کروانے سے کچھ حاصل نہیں: خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے پاس اتنا روپیہ موجود ہے کہ اگر ہم دس آدمی بٹھالیں، تو ہم دس زبانوں میں جلدی جلدی ترجمہ کر سکتے ہیں۔ لیکن حضرت صاحب کی یہ منشاء نہیں ہے۔ یہ کام یوں نہیں ہو گا۔ یورپین لوگوں کے ترجمے پہلے بھی موجود ہیں۔ انہی لوگوں سے اور تراجم کرا کے روپیہ برباد کرنے کی ضرورت نہیں۔ خوب یاد رکھو کہ یہ کٹھن منزل ہے۔ اس کام کے لئے ضروری ہے کہ دنیا کے خیالات دب جائیں۔ اور خدا تعالیٰ کی ہستی پر زبردست ایمان پیدا ہو جائے۔ پھر دنیا کی مختلف زبانوں سے واقفیت ہو اور پھر تم یہ کام کرو۔ ورنہ یوں ترجمے کرنے سے کچھ حاصل نہیں!

یہ بڑا سخت مجاہدہ ہے: یہ خیال کرنا کہ پانچ چھ مہینوں میں ترجمے کر دیں گے، ایک اور باطل خیال ہے۔ یہ تو ایسی مثال ہے کہ ایک شخص سوتا سوتا اُٹھے اور پھر گھبرا یا ہوا، کہ اس نے کتنا وقت ضائع کر دیا، بغیر سوچے سمجھے کام کو ہاتھ ڈالے۔ نہ ہی یہ کوئی گھوڑ دوڑ ہے کہ ہم آگے نکل جائیں اور ہمارا نام دنیا میں ہو جائے۔ یہ بڑا سخت مجاہدہ ہے جس کے اندر ہم میں سے ہر ایک کو داخل ہونا چاہئے۔ وہ مجاہدہ کیا ہے؟ اگر ہم میں سے ایک شخص آج زبان سیکھنا شروع کر دے تو دو تین سال میں وہ ایسی واقفیت پیدا کر سکے گا کہ وہ ترجمہ کر سکے۔ اور پھر قرآن مجید پر ریسرچ ایک حد تک موجود ہے، جو اس کام کے لئے بہت حد تک معاون ہو سکتی ہے۔ لیکن جو شخص آج اس کام کو شروع کرے گا اس کے لئے دو تین سال بکار ہیں۔ اس عرصہ میں وہ زبان کو سیکھے اور قرآن کو سیکھے۔

باوجود زبان جاننے کے یہ مشکل کام ہے: میں اس بات کا قائل نہیں ہوں کہ صرف زبان آجائے تو ترجمہ ہو جاتا ہے۔ میں نے خود قرآن مجید کا ترجمہ دو زبانوں میں کیا ہے۔ لیکن میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ باوجود زبان جاننے کے یہ ایک سخت مشکل کام ہے۔ یہ ایک مجاہدہ ہے جس کے لئے اگر ایک طرف محنت شاقہ کی ضرورت ہے تو دوسری طرف خدا تعالیٰ سے ایک تعلق کی بھی ضرورت ہے۔

دوستوں کا مشورہ: بہت دوستوں نے مجھے کہا ہے کہ دیکھ کر اور سوچ سمجھ کر اس کام پر آدمی لگاؤ۔ اور پھر ان کے کام کی خوب نگرانی کرو۔ اور وہ حق بجانب ہیں۔ لہٰذا یہ خیال نہ کرو کہ چھ مہینے میں یہ کام ہو جائے گا یا ایک سال میں ہو جائے گا۔ کام کرنے ولوں کی تیاری پر بھی ایک عرصہ لگے گا۔ وہ دوسری زبان بھی جانتے ہوں۔ عربی زبان بھی جانتے ہوں۔ نیکی اور تقویٰ کی صفات سے بھی متصف ہوں۔ تب یہ تراجم کا کام اس قابل ہو گا کہ دنیا کے لئے ہدایت کا موجب بنے۔ لیکن اگر یہ کام پیسے دے کر کسی عیسائی سے کروالیں تو یہ وہ غرض نہیں جو حضرت صاحب کے مدنظر تھی۔ یہ محض روپیہ برباد کرنا ہے۔ ہمیں خود اپنے آپ کو اس کام کا اہل بنانا چاہئے۔ ہم میں سے ایسے لوگ پیدا ہونے چاہئیں، جو اس کام کو کریں اور ان کا کام دنیا کے لئے ہدایات کا موجب بن جائے۔ (پیغام صلح 22 نومبر 1944ء)

> لیکن اگر یہ کام پیسے دے کر کسی عیسائی سے کروالیں تو یہ وہ غرض نہیں جو حضرت صاحب کے مدنظر تھی۔ یہ محض روپیہ برباد کرنا ہے۔ ہمیں خود اپنے آپ کو اس کام کا اہل بنانا چاہئے۔

حقوق العباد

یاسر عزیز

ترجمہ: "بڑی نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے مونہوں کو مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو لیکن بڑا نیک وہ ہے جو اللہ اور آخرت کے دن اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور اس کی محبت کے لئے قریبیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوالیوں کو اور غلام آزاد کرنے میں مال دے اور نماز قائم کرے اور زکوۃ دے اور اپنے اقرار کو پورا کرنے والے جب وہ اقرار کریں اور صبر کرنے والے تنگی اور تکلیف میں اور مقابلہ کے وقت یہی وہ لوگ جنہوں نے سچ کر دکھایا اور یہی متقی ہیں" (سورۃ البقرہ آیت 177)

ترجمہ: "اے لوگو جو ایمان لائے ہو (ایک) قوم (دوسری) قوم پر ہنسی نہ کرے شاید وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں پر (ہنسیں) شاید کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور اپنے لوگوں کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو نام دھرو، ایمان کے بعد بُرا نام کیا ہی بُرا ہے اور جو توبہ نہ کرے وہی ظالم ہے، اے لوگو جو ایمان لائے ہو بہت گمان (بد) کرنے سے بچو کیونکہ بعض بدگمانی گناہ ہے اور نہ ایک دوسرے کے بھید ٹٹولو اور نہ ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے برا کہو کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے سو تم اس سے کراہت کرتے ہو اور اللہ کا تقویٰ کرو اللہ تعالیٰ رجوع برحمت کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔"

سورۃ البقرہ کی آیت مذکورہ بالا میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "بڑی نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے مونہوں کو مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو بلکہ بڑا نیک وہ ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر اور فرشتوں پر ایمان لاتا ہے اور کتابوں پر اور نبیوں پر"۔

تو یہ حقوق اللہ میں شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، آخرت پر یقین رکھنا، فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر اور یہ جتنے معاملات ہیں یہ انسان کی ذات سے متعلق ہیں اور اسی کی ذات تک محدود رہتے ہیں کوئی انسان اپنے دل میں کیا عقیدہ رکھتا ہے، کیا

سوچ رکھتا ہے یہ اس کا اور اللہ کا معاملہ ہے۔ لیکن انسان کا تعلق جو معاشرے کے ساتھ ہے جو اس کے خاندان کے ساتھ ہے جو اس کے ارد گرد رہنے والے لوگوں کے ساتھ ہے وہ نظر آتا ہے۔ کوئی شخص کتنا نمازی اور پرہیز گار ہے معاشرہ اس کو نہیں دیکھتا، کوئی شخص رمضان میں روزہ رکھتا ہے یا نہیں رکھتا، معاشرے کے پاس کوئی پیمانہ نہیں اس کا اللہ سے تعلق ماپنے کا اور یہی اصول اسلام میں بھی ہے کہ جب اسلام کی بنیادی تعلیمات کا ذکر آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں کوئی حد نافذ نہیں کرتا، آپ مسلمان ہیں لیکن نماز نہیں پڑھتے تو اسلام میں، سوسائٹی میں، انصاف میں، قانون میں کوئی حد لاگو نہیں ہوتی کہ آپ نے نماز نہیں پڑھی تو آپ کو یہ سزا ملے گی کیونکہ نماز آپ کا اور اللہ کے درمیان ایک تعلق ہے جو آپ کی روحانیت کو بڑھاتی ہے، اسی طرح سے جو دوسرا رکن اسلام ہے وہ روزہ ہے آپ نے روزہ رکھا ہے یا نہیں رکھا قانون اس کے اوپر کوئی حد نہیں لگاتا کہ آپ روزہ رکھ رہے ہیں یا نہیں رکھ رہے، آپ کہیں میرا روزہ ہے، جاکر پانی پی لیں، کوئی نہیں دیکھ سکتا، یا رمضان کا مہینہ آپ باہر چلتے پھرتے کھانا کھالیں تو کیا کوئی پولیس آپ کو اٹھا کر جیل میں ڈالے گی کہ آپ نے اصول کی خلاف ورزی کی ہے۔ کیونکہ یہ تعلق آپ کی خدا تعالیٰ کے ساتھ جو کمٹ منٹ کو شو کرتے ہیں اگر آپ نماز پڑھتے ہیں تو یہ آپ کے روحانی فائدہ کے لئے ہے، آپ رمضان کے روزے رکھتے ہیں یا نہیں رکھتے آپ کے ارد گرد رہنے والے لوگوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا لیکن سٹیٹ جیسے ہی تیسرا حکم زکوٰۃ کا آتا ہے بلکہ اس سے پہلے حج ہے اگر آپ حج نہیں کرتے بیشک کروڑوں کے مالک ہیں، تو کسی انسان کے آگے جواب دہ نہیں ہیں کہ آپ حج کیوں نہیں کرتے۔ کیونکہ ان عبادات کا تعلق آپ کی اپنی روحانیت سے ہے، آپ کے خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور وابستگی سے ہے لیکن حج سے پہلے جو چوتھا رکن زکوٰۃ آتا ہے تو آپ اگر اس میں اسلامی اصول کے مطابق کوئی گڑبڑ کریں تو اسٹیٹ بیچ میں آجاتی ہے کیونکہ وہ غرباء کا حق ہے کہ زکوٰۃ امراء سے لی جاتی ہے اور غرباء میں تقسیم کی جاتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور میں بھی جب کچھ قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو انہوں نے ان سے باقاعدہ جنگ کا سوچا کہ ہم جنگ کریں گے کیونکہ یہ غرباء کا حق ہے تو سوسائٹی بیچ میں آگئی۔

پھر اسی آیت میں اللہ تعالیٰ باقی ذکر فرماتا ہے کہ آپ قریبیوں کا حق ادا کریں، مسکینوں، یتیموں، مسافروں اور سوالیوں اور غلاموں کو آزاد کرنے میں۔ تو حقوق اللہ آپ پر واجب ہیں اللہ تعالیٰ ان سے درگزر کرنا چاہے تو کر سکتا ہے جیسے قرآن میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز معاف کردے گا سوائے شرک کے۔ حقوق اللہ جو کہ روحانیت سے متعلق ہیں تو اسی طرح سے جو حقوق العباد ہیں وہ سوسائٹی سے متعلق ہیں۔ قرآن کریم جب بیان کرتا ہے کہ ایک انسان نے اپنے اللہ سے کیا تعلق پیدا کرنا ہے اور کیسے کرنا ہے اور مختلف مراحل بیان کرتا ہے اور اسی طرح سے ایک گائیڈلائن معاشرے کے لئے بھی مہیا کرتا ہے کہ معاشرے نے کیسے چلنا ہے اور کیسے ایک دوسرے سے برتاؤ کرنا ہے تو اسی سلسلے میں سورۃ الحجرات کی درج کردہ آیات قابل غور ہیں جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک قوم دوسری قوم پر ہنسی نہ کرے ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور پھر خاص طور پر عورتوں کو مخاطب کر کے کہا کہ عورتیں بھی دوسری عورتوں پر ہنسی نہ کریں ہو سکتا ہے کہ جس پر آپ ہنسی کر رہے ہیں وہ آپ سے بہتر ہو، پھر معاشرتی اصول کو بیان کرتے ہوئے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ اپنے لوگوں پر عیب نہ لگاؤ، عیب لگانے سے بچو اور نہ ایک دوسرے کے نام دہرو، ایمان کے بعد برا نام کیا ہی برا ہے۔ اور یہ ایک دوسرے کو نام دہرنا اور عیب لگانا اس سے آپس کے تعلقات میں مقاطعت پیدا ہو جاتی ہے۔ جب آپ ایک دوسرے کو غلط نام سے پکارتے ہیں تو دوسرے انسان کے دل میں جس کو آپ غلط نام سے پکاریں برا بھی منا سکتا ہے اور دلوں میں کینہ بھی بڑھتا ہے اور پھر اسی اصول کو آگے چلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بہت بدگمان کرنے سے بچو کیونکہ بغض بدگمانی گناہ ہے۔ کوئی انسان جو دین کے راستے میں کام کر رہا ہو اس کو کام کرنے دیجئے جب انسان کام کرتے ہیں تو دس کاموں کے ساتھ دو غلط بھی ہو جایا کرتے ہیں۔ اسی اصول کے مطابق کہ جو اچھا کر رہا ہے اس کے اچھے کام کو دیکھنا چاہیے اور غلط کام بھی غلطی سے ہو جاتا ہے اس کے اوپر بدگمان کرنے سے بچنا چاہیے اور اسی طرح سے ایک دوسرے کے بھید نہ ٹٹولو اور نہ ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے برا کہو۔ کوئی انسان اپنی ذاتی اور معاشرتی زندگی میں رہ رہا ہے اس کے پیچھے نہیں لگنا چاہیے اور دوسرا اصول کہ "پیٹھ پیچھے کسی کو بُرا مت کہو" اگر آپ کو کوئی بات بری لگی تو آپ اس انسان کے سامنے اس کی اصلاح کر دیں کسی کی کسی محفل میں اصلاح نہ کریں۔ جیسے کہ حضرت علیؓ کا قول ہے "اگر تم نے کسی انسان کو کسی محفل یا مجمع میں اصلاح کرنے کی کوشش کی تو تم نے اس کو بگاڑ دیا اور اگر کسی کو تم نے تنہائی میں نصیحت کی تو اس کو تم نے سنوار دیا"

جو ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے برا کہنا ہے اس کو قرآن میں اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا گیا ہے جیسے کوئی انسان اس سے کراہت محسوس کرتا ہے جو بات تصور میں بھی نہیں لائی جا سکتی تو اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے جب تم کسی کی پیٹھ پیچھے اس کی برائی کرتے ہو تو وہ مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے۔ اس کے علاوہ تم اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ رجوع برحمت کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔ تو حقوق اللہ اور حقوق العباد میں جو بڑا فرق نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ جس وقت آپ حقوق العباد میں ذرا سی بھی ناانصافی کرتے ہیں تو اسلام اسٹیٹ ہونے کے ناطے درمیان میں آتا ہے، آپ کسی انسان کو تھپڑ ماردیں تو پھر اسٹیٹ کا حق بنتا ہے کہ وہ درمیان میں آجائے۔

ایک واقعہ یاد آتا ہے کہ "حضرت عمرؓ کے دور میں ایک سردار نے اپنے پورے قبیلے کے ساتھ اسلام قبول کر لیا اور حج کے دوران جب وہ طواف کر رہا تھا ایک غریب صحابی اس کے پیچھے پیچھے طواف کر رہے تھے تو ان کا پاؤں اس کے جبے پر آگیا اور وہ گر گیا تو سردار نے پیچھے آنے والے صحابی کو تھپڑ لگا دیا، معاملہ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ تم نے زیادتی کی ہے بیشک تم سردار ہو اب اس شخص کا حق ہے یہ ایک تھپڑ تمہیں بھی رسید کرے تو اس نے کہا کہ میں ایک قبیلے کا سردار ہوں میری غیرت گوارا نہیں کرتی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ ایک انسان کا حق ہے جس کے ساتھ تم نے ناانصافی کی ہے اور میرا دین مجھے کہتا ہے کہ میں انصاف کروں تو تمہیں اگر میرا فیصلہ منظور ہے تو تھپڑ کھانا پڑے گا ورنہ تمہاری مرضی ہے تم اسلام سے خارج ہونا چاہو تو ہو جاؤ تو سردار تکبر میں آگیا اس نے کہا کہ مجھے اسلام چھوڑنا منظور ہے تھپڑ نہیں کھاؤں گا۔ تو حضرت عمرؓ نے انصاف کو قائم رکھتے ہوئے اس کو اجازت دی کہ تم اپنے قبیلے کو لے کر چلے جاؤ تو ساتھ ہی اعلان کر دیا کہ بعد میں جنگ کے لئے تیار رہو کیونکہ تم اسلام میں داخل ہوئے اور ایک اصول جو کہ کسی انسان کا حق ہے تم اس کو نہ مانتے ہوئے اس کو چھوڑنا چاہ رہے ہو۔ پھر بعد میں ایک چھوٹی سی جنگ میں وہ پکڑا گیا اور اس نے دوبارہ اسلام قبول کیا اور معافی مانگی۔

حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ انجمن جو بھی فیصلہ کرتے وہ درست سمجھا جائے اور اُس پر عمل کیا جائے۔

غرض یہ ہے کہ حقوق العباد کے معاملے میں انسان کو بڑی احتیاط کرنی چاہیے اسی کے بارے میں رسول کریم صلعم نے تاکید کی ہے، ایک حدیث میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلعم نے فرمایا کہ ”مسلمان کے مسلمان پر پسندیدہ طور پر چھ حق ہیں کہ جب اسے ملے تو اسے سلام کرے جب وہ اس کی دعوت کرے تو اس کو قبول کرے، جب وہ چھینکے تو اس کے لئے دعا کرے، جب وہ بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کرے، جب وہ مر جائے تو اس کے جنازہ میں جائے اور اس کے لئے وہی بات پسند کرے جو اپنے نفس کے لئے پسند کرتا ہے“

اسی طرح سے بہت ساری احادیث ہیں جن میں مختلف مقامات پر بیان کیا گیا کہ سب سے اچھا انسان کون ہے تو آپ احادیث کا سارا مجموعہ اٹھا کر دیکھ لیں تو کہیں پر نہیں لکھا ہو گا کہ سب سے اچھا انسان وہ ہے جو سب سے زیادہ نمازیں پڑھتا ہو اور روزہ رکھتا ہو، حج کرتا ہو بلکہ رسول کریم صلعم نے فرمایا کہ سب سے اچھا انسان وہ ہے جس کے سب سے زیادہ اخلاق اچھے ہوں۔ ایک موقع پر فرمایا کہ تم میں سب سے اچھا انسان وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہترین سلوک کرتا ہے، اس ضمن میں اگر آپ خطبہ حجۃ الوداع کو اٹھا کر دیکھیں تو کیا ہی بہترین پیغام ہے جو رسول کریم صلعم نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا، آپ فرماتے ہیں:

”تم جانتے ہو یہ کونسا دن ہے یہ یوم النحر یعنی قربانی کا دن ہے، تم جانتے ہو یہ کونسا مہینہ ہے یہ شہر حرم یعنی حرمت والا مہینہ ہے پس میں تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں اسی طرح ایک دوسرے پر حرمت کا استحقاق رکھتی ہیں جیسے اس حرمت والے شہر میں اس حرمت والے مہینہ میں یہ حرمت والا دن، دیکھو حاضر غیب کو یہ بات پہنچادے اور تم اپنے رب کو ملنے والے ہو سو وہ تم کو تمہارے اعمال کے متعلق سوال کرے گا۔ پہلی بات لوگوں سے متعلق ایک دوسرے کا احترام کرو، دوسری بات آج تمام سود کی رقمیں چھوڑی جاتی ہیں اور عباس ابن مطلب کی رقم سود بھی چھوڑی جاتی ہے (یعنی اپنے گھر سے شروع کیا) آج تمام خون جو جاہلیت میں ہو چکے ان کا قصاص موقوف کیا جاتا ہے اور سب سے پہلے ربیہ ابن حارث، ابن لمطلب کے خون کا قصاص موقوف کیا جاتا ہے، پھر اے لوگو آج شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا کہ تمہاری سرزمین میں اس کی عبادت پھر کبھی نہ ہو گی لیکن اس کے سوائے اگر اور امور میں اس کی اطاعت کی گئی ایسے اعمال تم حقیر خیال کرو تو یہ اس کی خوشی کا موجب ہو گا پس اپنے دین میں اس سے بہت احتیاط کرو، اے لوگو تمہارے تمہاری بیویوں پر حق ہیں اور تمہاری بیویوں کے تم پر حق ہیں وہ تمہارے ہاتھوں میں خدا تعالیٰ کی امانت ہیں پس تم ان سے نیک سلوک کرو اور تمہارے غلام، دیکھو تم ان کو وہ خوراک دو جو خود کھاتے ہو اور وہ لباس پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو، اے لوگو میری باتوں کو سن لو اور سمجھ لو، جان لو کہ ہر مسلم دوسرے مسلم کا بھائی ہے اور تم سب بھائی یکساں ہو اور تم سب ایک ہی سلسلہ اخوت میں ہو پس کسی شخص کے لئے اپنے بھائی سے کچھ لینا جائز نہیں مگر وہی جو وہ اپنے نفس کی خوشی سے دے دے، پس اپنے لوگوں پر کوئی ظلم مت کرو“

یہ سارا خطبہ الوداع کا متن اٹھا کر دیکھ لیجئے لوگوں پر دوسرے لوگوں پر حقوق کا زیادہ ذکر ہے تو اسی سلسلے میں ایک دینی اسکالر غامدی صاحب لکھتے ہیں کہ ”انسان کا دنیا میں آنا در اصل اس کے اخلاق کا امتحان ہے“ (اور اس اخلاق کا سب سے پہلا مرکز آپ کا اپنا گھر ہے کہ آپ اپنے گھر میں کیسے ہیں) اور اسی لئے قرآن کریم بھی کہتا ہے کہ زیادہ زن ایک دوسرے پر قائم نہ کرو بلکہ اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے کہ ہم یا ہمارے اعمال یا ہماری عبادات کس لائق ہیں۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

1. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان

2. آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:- ”اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا“، ”جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔“، ”میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گئی۔“

3. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں، نہ قیامت تک منسوخ ہو گا۔

4. بمطابق فرمان نبوی حضرت ﷺ کے بعد مجدد دینا ئیں گے۔ اِس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونو انبیاء

5. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

6. ہر ایک شخص جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے۔ خواہ وہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

7. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: ”اور ان لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔“

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔